پاکستان میں رائج کمیٹی سسٹم کی شرعی حیثیت

(The Legal Status of Current Committee System in Pakistan, in Sharia)

محمد احمد[1]

حافظ محمد حسان[2]

Abstract

Nowadays, a group of people contributes money to a common pool on monthly, weekly or daily basis for the saving purpose. It is said "Committee" in a common term in our country. It has many shapes. Some of them partially and some completely has resemblance with reciprocal loan, while some other shapes are consisted on undoubted forbidden methods of earning money in Islam like interest and gambling. Therefore, there is an ample need to differentiate its shapes from one another to check their position under Sharia. We tried our best to discuss the fallowing points in this article: What is Current Committee System? How many ways are in common practice to distribute the pooled money? What is the standard of its different shapes in the eye of Islam? After analyzing the arguments regarding Current Committee System and its different shapes, we found that some of its shapes are valid with some conditions and some other are totally invalid in the eye of Muhammadi sharia.

Keywords: *committee system, legal status, reciprocal loan, pooled money, interest, gambling*

کمیٹی (بی سی)

اس کا طریقہ کار عموماً یوں ہوتا ہے کہ کچھ لوگ آپس میں اس بات پر اتفاق کر لیتے ہیں کہ وہ ہر ماہ، ہر ہفتے یا ہر دن کچھ رقم جس کی مقدار برابر ہوگی، انہی میں سے ایک آدمی کو جمع کروایا کریں گے۔ عام طور پر رقم جس طریقے سے جمع کی جاتی ہے اس میں کوئی خاص مسئلہ نہیں ہوتا بلکہ مسئلہ اس کی تقسیم میں ہوتا ہے۔ کمیٹی کی رقم کی تقسیم کے لحاظ کئی شکلیں ہیں اور ان میں سے ہر شکل کا حکم جدا جدا ہے، مولانا یوسف لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"کمیٹی کے نام سے بہت سی شکلیں رائج ہیں، بعض تو صریح سود اور جوئے کے حکم میں آتی ہیں، وہ تو قطعاً جائز نہیں۔"[3]

1- لیکچرار اسلامک اسٹڈیز، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، اصغر مال، راولپنڈی

2- پی ایچ ڈی سکالر شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا

3- مولانا محمد یوسف لدھیانوی، آپ کے مسائل اور ان کا حل، (کراچی: مکتبہ لدھیانوی 1998ء) 297

لدھیانوی صاحب کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ بعض وہ شکلیں بھی ہیں جو صریح سود اور جوئے کے حکم میں نہیں آتیں۔ لہذا ان پر ان کے ناجائز ہونے کا بھی قطعی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ جب میں نے تمام شکلوں کو جاننے کے لیے لٹریچر ریویو کیا تو مجھے ان کے بارے میں بہت ہی منتشر اور مختلف فیہ مواد ملا۔ جس وجہ سے میں نے یہ ضرورت محسوس کی کہ کمیٹی کی مروّجہ شکلوں اور ان کے احکام پر ایک آرٹیکل لکھ دوں تاکہ اس کی مختلف شکلوں اور ان کے احکام کو سمجھنا آسان ہوسکے۔

شکلِ اول

اس میں عام طور پر پہلی کمیٹی وہ شخص لیتا ہے جو کمیٹی کو تمام شرکاء سے اکٹھا کرنے کا کام کرتا ہے۔ اور پھر ہر مہینے قرعہ اندازی کے ذریعے کمیٹی لینے والے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

شکلِ دوم

اس شکل میں شرکاء اس بات پر متفق ہو جاتے ہیں کہ ہر دفعہ کمیٹی اس وقت کے لحاظ سے سب سے زیادہ ضرورت مند کو دیں گے لیکن ایسا ہونا انتہائی قلیل الوجود ہے کیونکہ اس طرح کے ایثار کا پایا جانا موجودہ دور میں انتہائی کم ہے۔

شکلِ سوم

شکلِ سوم حقیقت میں شکلِ دوم کی ضد ہے یعنی جتنا اس میں ایثار پایا جاتا ہے اتنی ہی اس میں خود غرضی۔ اور وہ یہ کہ ہر دفعہ کمیٹی کا فیصلہ بولی سے کیا جاتا ہے۔ اس بات کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر ایک لاکھ کی کمیٹی ہے تو جو آدمی شرکاء میں سے سب سے کم کمیٹی لے گا کمیٹی اس کو دی جائے گی۔ مثلاً ایک کہتا ہے کہ مجھے نوے ہزار دیئے جائیں تو میں یہ کمیٹی لے لیتا ہوں دوسرا اسی ہزار میں لینے کو تیار ہے۔ لیکن تیسرا کہتا ہے کہ مجھے ساٹھ ہزار ہی دے دو تو میں لینے کو تیار ہوں اور اگر اس سے کم پر کوئی لینے کو تیار نہ ہو تو ساٹھ ہزار لینے والے کو کمیٹی دے دی جاتی ہے۔ اور جو چالیس ہزار بچ جاتا ہے اسے سارے شرکاء میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ عرفِ عام میں اسے لکّی کمیٹی کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ بعض علماء کرام اسے بولی والی کمیٹی کا نام دیتے ہیں اور لکّی کمیٹی کو الگ بیان کرتے ہیں۔[1] اور بعض بولی والی کمیٹی کو نیلامی بیسی (کمیٹی) کا نام دیتے ہیں۔[2]

1۔ کمیٹی ڈالنا جائز ہے؟ شریعت کا کیا حکم ہے؟

https://urdu.arynews.tv/what-islam-says-about-the-islam-committee/

[2]۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی، آپ کے مسائل اور ان کا حل، (کراچی: مکتبہ لدھیانوی 1998ء)299

بہر حال نام جو بھی ہو اصل بات تو ہے کام کی۔ نام میں اختلاف اصل میں اس کی ذیلی شکلوں کی وجہ سے ہے جیسا کہ موجودہ دور میں زیادہ ترکّی کمیٹی کی کچھ صورتیں یوں ہوتی ہیں کہ جس کی کمیٹی قرعہ اندازی میں نکل آئے تو وہ بقیہ قسطوں سے بری ہو جاتا ہے یا ایک موٹر سائیکل، گاڑی یا کسی اور شئے کے لیے کمیٹی ڈالی جاتی ہے اور جس کی قرعہ اندازی میں پہلے نکل آتی ہے وہ اس چیز کی بقیہ اقساط ادا کرنے سے بری ہو جاتا ہے۔ اور جہاں تک کام کا تعلق ہے تو وہ اس کی تمام ذیلی شکلوں میں ایک ہی ہے جس کا نام ہے خود غرضی۔ اس خود غرضی کی وضاحت ہم وہاں کریں گے جہاں اس کا حکم بیان کریں گے تا کہ اس کے حکم میں حکمت کو سمجھنا بھی آسان ہو سکے۔

شکل چہارم

اس میں پہلے طے کر لیا جاتا ہے کہ کونسی کمیٹی کس کی ہو گی اور عموماً اس میں دو یا اس سے زیادہ دوروں کی شرط لگائی جاتی ہے اس طرح کوئی خسارے میں نہیں رہتا مثلاً زید، عمرو، بکر، فائق اور ہود ایک کمیٹی ڈالتے ہیں اور طے یہ پاتا ہے کہ پہلے دور میں پہلی کمیٹی زید لے گا، دوسری عمرو کی ہو گی، تیسری بکر کو ملے گی، چوتھی فائق وصول کرے گا اور آخری ہود کی ہو گی۔ اس مرتبہ سب سے زیادہ فائدہ زید کو ملا ہے، دوسرے نمبر پر عمرو فائدے میں رہا ہے، اور تیسرے نمبر پر بکر، چوتھے نمبر پر فائق نے فائدہ حاصل کیا ہے اور سب سے آخر میں ہود کی باری آئی ہے۔ اب دوسرا دور اس کے بالکل برعکس ہو گا یعنی اس میں پہلی کمیٹی ہود کو ملے گی، دوسری فائق کو، تیسری بکر لے گا، چوتھی عمرو کی ہو گی اور آخری زید کے حصے میں آئے گی۔ اس طرح جس کو پہلے دور میں سب سے زیادہ فائدہ ملا ہے دوسرے دور میں سب سے کم اور درمیان میں بکر کو آدھا فائدہ پہلے دور میں اور آدھا ہی دوسرے دور میں۔ یوں اس نے بھی زید اور مختار کے برابر فائدہ حاصل کر لیا ہے یہی مثال بقیہ شرکاء کی ہے۔

کمیٹی میں سب سے پہلا شخص صرف دوسروں سے قرض حاصل کرنے والا ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ کر کے دوسروں سے لیا ہوا قرض واپس کرتا ہے جبکہ آخری شخص صرف قرض دینے والا ہوتا ہے اور آخر میں وہ اپنا دیا ہوا قرض واپس لے رہا ہوتا ہے۔ اور کمیٹی کے دوسرے شرکاء کچھ قرض دیتے ہیں اور کچھ لیتے ہیں۔ جو نصف سے پہلی طرف ہوتے ہیں وہ زیادہ قرض لیتے ہیں اور کم دیتے ہیں۔ اور جو نصف سے آخری طرف ہوتے ہیں وہ کم قرض لیتے ہیں اور زیادہ دینے والے ہوتے ہیں۔ جبکہ درمیاں والا اتنا ہی قرض دیتا ہے اور اتنا ہی لیتا ہے یعنی اس کا حساب برابر ہی رہتا ہے۔

اس طرح عموماً کمیٹی بھی مشروط قرض ہی کی ایک شکل ہوتی ہے۔ لیکن اس میں کئی صورتیں ایسی بھی ہیں جو مکمل طور پر مشروط قرض کی شکل نہیں ہیں۔ مثلاً اگر ایک سے زیادہ دوروں کی شرط نہ لگائی جائے تو یہ شکل مکمل طور پر مشروط قرض بنتی معلوم

نہیں ہوتی کیونکہ اس میں سب سے پہلا صرف قرض لینے والا ہے جبکہ آخری صرف قرض دینے والا ہے اور وہ کسی سے کوئی قرض نہیں لے رہا ہوتا۔

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ مروّجہ کمیٹی کا تعلق قرض کے ساتھ انتہائی گہرا ہے اس لیے اس کے مختلف طریقوں کا شرعی حکم جاننے کے لیے پہلے ہمیں قرض کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اب ہم قرض کے متعلق اسلام کے نقطۂ نظر کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہمارے قرآن سنت سے اخذ شدہ فہم وشعور کے مطابق اسلام کے نظام معیشت میں قرض کی حوصلہ افزائی نہیں بلکہ ممکنہ حد تک حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ اس لیے اب ہم وہ حوالہ جات مختصر طور پر پیش کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام عام طور پر ادھار کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ لیکن کسی خاص ضرورت اور مجبوری میں ادھار لینے کو جائز اور دینے پر ثواب بیان کرتا ہے۔ پہلے ہم بلا کسی خاص ضرورت کے قرض لینے کی کراہت پر دلائل بیان کرتے ہیں اور پھر وہ دلائل بیان کریں گے جو کسی خاص ضرورت اور مجبوری میں ادھار لینے کو جائز اور دینے پر ثواب بیان کرتے ہیں۔

قرض کی کراہت پر دلائل:

آپ ﷺ نے خود قرض سے پناہ مانگی ہے۔ حضرت عمرو بن ابی عمرو سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ"[1]

"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم والم سے، عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے، بخل سے، قرض چڑھ جانے اور لوگوں کے غلبہ سے۔"

اس میں دیکھا جائے تو کسی حد تک تو دین کا تعلق ان سب سے ہے کہ جس طرح یہ چیزیں انسانی صحت کے لیے بری ہیں اسی طرح قرض بھی انسانی صحت پر برا اثر ڈالتا ہے لیکن ان میں سے کچھ چیزوں سے دَین کا تعلق ڈائریکٹ بھی ہے جیسے غم وپریشانی سے لیکن لوگوں کے غلبے کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب بندہ کسی کا مقروض ہو تو ظاہر قرض دار غالب ہوتا ہے یا کم از کم ٹائم پر نہ دے سکنے کی وجہ سے تو وہ غالب ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ قرض سے بہت زیادہ پناہ مانگتے تھے

1- ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (الجامع الصحیح)، باب الاستعاذۃ من الجبن والکسل، (القاھرۃ، مصر: دار الشعب 1987م) حدیث: 6369

اور اس کا ثبوت اس حدیث کے دوسرے طرق بھی ہیں جن میں یہ ہے کہ آپ ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے لیکن آپ ﷺ قرض سے اس حد تک پناہ مانگتے کہ ایک صحابی کو یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ آپ ﷺ اتنی زیادہ جو پناہ مانگتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عائشہؓ نے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِن الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ يَا رَسُولَ اللهِ مِنَ الْمَغْرَمِ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ"[1]

" اے اللہ میں گناہ اور قرض سے آپ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ ایک کہنے والے نے آپ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ قرض سے کس قدر زیادہ پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بے شک انسان جب مقروض ہوتا ہے بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔"

آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان عالی شان میں وہ وجہ بھی بتادی جس وجہ سے آپ ﷺ قرض سے بہت زیادہ پناہ مانگا کرتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ کو بیان کرنے سے پہلے امام بخاریؒ نے جو باب باندھا ہے وہ ہے "باب من استعاذ من الدين" یعنی قرض سے پناہ مانگنے والے شخص کے بارے میں باب۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک بھی قرض (دَین العباد مالی) کے تمام اجزاء کے بارے میں یہ حکم ہے یعنی ہر قسم کے قرض سے آپ ﷺ پناہ مانگتے تھے صرف قرض مثل[2] سے ہی نہیں۔ اسی قسم کی دعا کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ عینیؒ نے قرض کی برائی ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"وفيه بشاعة الدين وشدته وتأديته الدائن إلى ارتكاب الكذب والخلف في الوعد اللذين هما من صفات المنافقين"[3]

" اس میں قرض کی خرابی اور سنگینی ہے اور یہ کہ وہ مقروض کو جھوٹ اور وعدہ کی خلاف ورزی تک پہنچا دیتا ہے، جو کہ دونوں منافقوں کی صفات میں سے ہیں۔"

علامہ عینیؒ بھی لفظ دَین ہی استعمال کر رہے ہیں جس کا مطلب ہے کہ ہر قسم کا قرض اس میں شامل ہے۔ بعض علماء نے یہ کہنے کی کوشش بھی کی ہے کہ آپ ﷺ نے تو دَین سے نہیں بلکہ غلبہ دین سے پناہ مانگی ہے۔ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی

1۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (الجامع الصحیح)، باب من استعاذ من الدین، (القاھرۃ، مصر: دار الشعب 1987م) حدیث: 2397

2-وہ قرض جس میں صرف مثل واپس کیا جاتا ہے اسے ہم نے قرض مثل لکھا ہے اور ہر قسم کے ادھار کے لیے قرض یا ادھار کا لفظ استعمال کیا ہے۔

3۔ العلامۃ بدر الدین العینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، (بیروت، لبنان: دار الفکر) 6:118

کیونکہ بعض احادیث میں بغیر غلبے کے صرف قرض سے پناہ مانگی ہے جیسا کہ سنن النسائی شریف کی مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ میں ہے:

"عن أنس بن مالك قال : كان لرسول اللهﷺ دعوات لا يدعهن اللهم إني أعوذ بك من الهم والحزن والعجز والكسل والبخل والجبن والدين وغلبة الرجال"[1]

اس میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ صرف دَین کا ذکر ہے غلبہ دین کا نہیں اور دوسرے دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے بھی دَین کی کراہت واضح ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کا کسی کی نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے قرض کے بارے میں سوال کرنا:

آپ ﷺ مقروض کی اس وقت تک نماز جنازہ نہ پڑتے تھے جب تک کوئی اس کی ادائیگی کی ذمہ داری نہ لے لیتا تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل مبارکہ میں آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب کوئی میت لائی جاتی تو آپ ﷺ پوچھتے۔

"هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلاً فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى وَإِلاَّ قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ ، وَمَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ"[2]

"کیا اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے ۔اگر بتایا جاتا کہ ہاں وہ اتنا مال چھوڑ گیا ہے۔تو آپ ﷺ اس کی نماز پڑھادیتے۔ وگرنہ مسلمانوں سے کہتے اپنے بھائی کی نماز تم خود ہی پڑھ لو۔ پھر جب اللہ نے آپ ﷺ پر فتوحات کا دروازہ کھولا۔ تو آپ ﷺ (منبر پر) کھڑے ہوئے اور فرمایا میں مومنوں کا ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ خیر خواہ ہوں۔تو جو کوئی فوت ہو جائے اور اس پر قرضہ ہو تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہو گی۔ اور جو مال چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے ورثاء کے لیے ہے۔"

آپ ﷺ تو یہ بھی نہیں پوچھ رہے کہ اس نے قرض کس وجہ سے لیا تھا اور جنازہ روک دینا جب تک اس کی ادائیگی کا انتظام نہ ہو جائے کیا اس کی مکر ہیت کے لیے کافی نہیں ہے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ شروع سے یہ پوچھا کرتے تھے اور اگر اس کے قرض کی ادائیگی کا کوئی انتظام نہ ہوتا تو آپ ﷺ اسے الوداعی دعا کا تحفہ دینا بھی پسند نہ فرماتے

1- أحمد بن شعيب النسائي، المجتبى من السنن، باب الاستعاذة من الهم،(حلب، شام: مكتب المطبوعات الإسلامية 1986م) حديث:5450

2- ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری (الجامع الصحیح)، باب الدین،(القاهرة، مصر: دار الشعب1987م) حدیث:2298

تاکہ لوگوں کو قرض کی کراہت کا علم ہو جائے اور آپ ﷺ کہتے کہ تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔ لیکن بعد میں جب اسلامی حکومت ایسے کسی مجبور شخص کے قرض کی ادائیگی کے قابل ہوگئی تو پھر یہ قاعدہ بنایا کہ اب اگر کسی کے قرض کی ادائیگی اس کی وراثت سے نہیں ہو پاتی تو اس کی ادائیگی اسلامی حکومت کرے گی۔ ظاہر ہے جس کی ادائیگی میں یہ امکان ہو کہ ہو سکتا ہے حکومت کو خود ادائیگی کرنا پڑے تو وہ کسی خاص ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہی قرض لینے کی اجازت دے سکتی ہے عام حالات میں اسے ناپسند کرے گی۔

نگاہِ اسلام میں قرض کی مکروہیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اگر یہ ادا ہونے سے رہ گیا تو شہید کو بھی معاف نہیں حالانکہ اس کے دوسرے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔[1]

اسی وجہ سے شاید اشیاء ستہ کے تبادلے والی حدیث عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ میں اجناس کے مختلف ہونے کے باوجود ادھار کو ناپسند کیا گیا ہے۔ قرض کی مذمت اور کراہت کے بارے میں مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں لیکن ان سب کا ذکر طوالت کا باعث ہو گا اور ویسے بھی انہی روایات سے وہ چیز ثابت ہو رہی ہے جو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا اب ہم پیش کرتے ہیں وہ دلائل جو صاحب قرض کو تاخیر کی وجہ سے یا قرض مثل کے دینے پر ثواب بیان کرتے ہیں۔

پہلی دلیل تو یہی ہے کہ قرآن کریم نے جب سود کو حرام قرار اور سوائے راس المال کے کچھ بھی اضافی لینے پر پابندی لگادی تو اب لوگوں کو ادھار میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا تھا اس لیے ان کی کوشش تھی کہ اپنا مال فوراً واپس لے لیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ سب لوگ فوری واپس کرنے کے قابل نہیں تھے اس لیے قرآن کریم نے ہی یہ اصول واضح کر دیا کہ اگر کوئی دینے کے قابل ہے تو اس سے تو فوری واپس لے لو لیکن اگر کوئی تنگ دست ہے تو اسے مہلت دو۔ ظاہر ہے اس مہلت دینے میں انہیں ثواب ہو گا۔ کیونکہ اسلام کسی کی تنگی کو دور کرنے پر ثواب کی خوشخبری دیتا ہے جس کی دلیل مسلم شریف کی مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ بھی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ"[2]

1- أبو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیري، الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم، باب مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ كُفِّرَتْ خَطَايَاهُ إِلاَّ الدَّيْنَ، (بیروت، لبنان: دار الجیل) حدیث: 4988

2- ایضاً، باب فَضْلِ الاِجْتِمَاعِ عَلَى تِلاَوَةِ الْقُرْآنِ وَعَلَى الذِّكْرِ، حدیث: 7028

" جس کسی نے اپنے مومن بھائی کی دنیا کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تنگی دور کرے گا اور جس کسی نے اپنے بھائی کے لیے آسانی پیدا کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی پیدا فرمائے گا اور جس کسی نے اپنے بھائی کی پردہ پوشی کی تو اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔"

بلاضرورت قرض دینا تنگی میں مبتلا کرنا ہے

اس حدیث رسول ﷺ سے بھی ہمیں یہی پتا چلتا ہے کہ جب کوئی تنگی اور تکلیف میں مبتلا ہو اس وقت اس کی مدد کرنی چاہیے نہ کہ اسے بلاوجہ تنگی میں مبتلا کر دیا جائے کیونکہ قرض بذات خود تنگی اور تکلیف دہ چیز ہے اس لیے اس سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ اور یہ ضرب المثل بھی مشہور ہے:

" قرض دار چھاتی پر سوار "[1]

عام طور پر دکانوں پر لکھا ہوتا ہے۔ " ادھار ایک جنگ ہے اسی لیے بند ہے۔ " اسی طرح یہ بھی لکھا ہوتا ہے۔ " ادھار محبت کی قینچی ہے۔ " اور یہ ادھار ظاہر ہے بیع مؤجل کی وجہ سے ہی ہوتا کیونکہ ان دکانوں پر کوئی ادھارے پیسے لینے نہیں جاتا بلکہ ضرورت کی چیزیں لینے جاتا ہے۔

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان کی تمام ضرورتیں صدقہ سے پوری نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ جب کسی انسان کو کسی چیز کی ضرورت ہو ضروری نہیں کہ اسی وقت ہی کوئی صدقہ کرنے کو تیار ہو۔ اور مانگ کر صدقہ لینا اسلام میں معیوب سمجھا گیا ہے۔ اور سفید پوش تو لپٹ کر سوال نہیں کرتے جیسا کہ اللہ کا قرآن گواہی دے رہا ہے۔ اس لیے اسلام نے قرض لینے کو بلا ضرورت تو مکروہ سمجھا لیکن ضرورت کے وقت مباح۔

قرض کو احادیث میں آدھا صدقہ قرار دیا گیا ہے

مسند ابی یعلیٰ میں روایت ہے، حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"إن السلف يجري مجرى شطر الصدقة"[2]

"بے شک قرض مثل آدھے صدقہ کے برابر ہے۔"

1۔ مولوی الحاج فیروزالدین، فیروزاللغات اردو جامع، (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ)954

2۔ أحمد بن علي بن المثنى أبو يعلى، مسند أبي يعلى، (دمشق، شام: دار المأمون للتراث 1984م) حديث: 5366

یہ حدیث قرض مثل کے دینے پر ثواب بیان کر رہی ہے لیکن اس حدیث مبارکہ سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ ثواب شاید صرف قرض مثل کے دینے پر ہی ہے کیونکہ ابھی ہم نے اوپر صحیح مسلم کی حدیث بیان کی ہے جو کسی بھی قسم کی تنگی کو دور کرنے پر ثواب بیان کرتی ہے اور کچھ دوسری احادیث بھی ہیں جن میں سلف یعنی قرض مثل کے علاوہ قرض پر بھی ثواب بیان کیا گیاہے۔ ان میں سے کچھ کا ذکر ہم کرتے ہیں۔ابن ماجہ میں ایک حدیث یوں آئی ہے، حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"ما من مسلم يقرض مسلما قرضا مرتين إلا كان كصدقتها مرة"[1]

"کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان کو دو دفعہ قرض دینا، ایک دفعہ صدقہ کرنے کی مانند ہوتا ہے۔"

اس میں مطلقاً قرض کا ذکر ہے لیکن اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مسند احمد بن حنبل کی مندرجہ ذیل حدیث ہے جو سارے مسئلے کو بہت ہی اچھے طریقے سے سمجھا دیتی ہے۔ حضرت سلیمان بن بریدہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے::

"مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلِهِ صَدَقَةٌ ، قَالَ : ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ : مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلَيْهِ صَدَقَةٌ ، قُلْتُ : سَمِعْتُكَ يَا رَسُولَ اللهِ تَقُولُ : مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلِهِ صَدَقَةٌ ، ثُمَّ سَمِعْتُكَ تَقُولُ : مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلَيْهِ صَدَقَةٌ ، قَالَ لَهُ : بِكُلِّ يَوْمٍ صَدَقَةٌ قَبْلَ أَنْ يَحِلَّ الدَّيْنُ ، فَإِذَا حَلَّ الدَّيْنُ فَأَنْظَرَهُ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ مِثْلَيْهِ صَدَقَةٌ"[2]

"جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی تو اس کے لیے ہر روز، اس کے برابر صدقہ (کا ثواب) ہے۔کہتے ہیں پھر میں آپ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی تو اس کے لیے ہر روز، اس کے دوگنا صدقہ (کا ثواب) ہے۔ کہتے ہیں میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول !میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ آپ فرما رہے تھے: جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی تو اس کے لیے ہر روز، اس کے برابر صدقہ (کا ثواب) ہے۔ پھر میں نے آپ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: جس نے کسی تنگدست کو مہلت دی تو اس کے لیے ہر روز، اس کے دوگنا صدقہ (کا ثواب) ہے۔تو آپ نے انہیں وضاحت کرتے ہوئے بتایا: دَین کی واپسی کے وقت سے قبل اس قرض کی مقدار کے برابر ہر روز اس کے لیے صدقہ (کا

1۔ محمد بن یزید أبو عبد اللہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، باب القرض، (بیروت، لبنان: دار الفکر) حدیث:2430

2۔ أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبلؒ، (بیروت، لبنان: عالم الکتب 1998م) حدیث 23434

ثواب) ہے لیکن جب وہ قرض کی واپسی کا وقت آجانے کے بعد مہلت دے گا تو اسے ہر روز دوگنا صدقہ (کا ثواب) ملے گا۔"

اس حدیث مبارکہ سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ یہ بات دَین کی ہے جیسا کہ اس کے اندر لفظ دَین استعمال ہوا ہے۔ اور دوسرا یہ واضح ہوا کہ مہلت صرف تنگدست کو دینی چاہیے۔ اور تیسری چیز یہ بھی واضح ہوئی کہ جس قرض پر ثواب بیان کیا گیا ہے وہ صرف قرض مثل نہیں بلکہ ہر قسم کا ادھار اس میں شامل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ لینے والا ضرورت مند ہو اور اگر لینے والا ضرورت مند اور تنگدست نہ ہو تو قرض مثل پر بھی کوئی ثواب نہیں۔ بلکہ بلاضرورت کسی بھی قسم کے قرض بمعہ قرض مثل کے لینے دینے میں کراہت پائی جاتی ہے جیسا کہ بقیہ دلائل سے ثابت ہے۔

قرض دینے کے حق میں دوسرے دلائل بھی عمومی نوعیت کے ہیں جن سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ اگر کوئی تنگدست ہو تو اس کے لیے آسانی پیدا کرنے میں ہی ثواب ہے۔ اور ظاہر جس طرح صدقہ تمام ضروریات پوری کرنے کے لیے ناکافی ہے کیونکہ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ جب کسی انسان کو کسی چیز کی ضرورت ہو ضروری نہیں کہ اسی وقت ہی کوئی صدقہ کرنے کو تیار کھڑا ہو۔ اسی طرح قرض مثل کا معاملہ ہے کہ جب کسی کو کوئی ضرورت ہو اسی وقت اسے کوئی قرض مثل دے دے۔ بلکہ عملاً ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک بندے کو آج گندم یا نمک یا اس طرح کی کسی اور چیز کی ضرورت ہے اور وہ مارکیٹ جاتا ہے اور کسی دوکاندار سے کہتا ہے کہ یہ چیز مجھے فلاں مدت تک ادھار بیچ دے دو۔ اگر دکان دار کو معلوم ہوتا ہے کہ بندے کے پاس اب اس چیز کی قیمت نہیں ہے یعنی اسے اس بندے کی بات کی ہر طرح سے تصدیق ہو جاتی ہے کہ وہ بندہ اپنے بیان میں سچا ہے تو وہ اسے اس کی مطلوبہ چیز اسی ریٹ پر اسے دے دیتا ہے جس ریٹ پر اگر وہ نقد لیتا تو اس نے دینی تھی۔ ظاہر ہے یہ اس نے اس بندے کی تنگی دور کی ہے جس پر اسے ثواب ہو گا۔ کیونکہ اگر وہ ادھار کی وجہ سے ریٹ زیادہ کرے تو یہ سود ہے جو جائز نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے ادھار ہی نہ بیچے اس سے وہ بندہ مصیبت اور تنگی میں مبتلا ہو گا۔ اور اگر وہ اسے ادھار بیچ رہا ہے وہ بھی کسی قسم کے اضافی چارجز کے بغیر تو حقیقت میں وہ اسے ادھار دے کر اس کی تنگی دور کر رہا ہے جس پر وہ ثواب کا حقدار ہے۔

ضرورت، نیت اور اخلاص کی بنا پر قرض کے ثواب کا بسا اوقات صدقہ سے بڑھ جانا

کچھ احادیث میں قرض کا ثواب صدقہ کے برابر لیکن کچھ میں صدقہ سے بھی زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابو امامہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

" دخل رجل الجنة فرأى مكتوبا على بابها الصدقة بعشر أمثالها والقرض بثمانية عشر "[1]

"ایک شخص جنت میں داخل ہوا، تو اس نے دیکھا، کہ اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا: صدقے کا اجر دس گنا اور قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔"

یہ ضرورت، نیت اور اخلاص کی بنا پر ہے یعنی ایک وقت میں کسی کو بہت زیادہ ضرورت ہے تو اس وقت اسے قرض دینا زیادہ ثواب کا باعث ہو گا اور اگر ضرورت کم ہے تو ثواب بھی کم ہو گا۔ جہاں تک نیت اور اخلاص کا تعلق ہے تو ایک نیکی کا اجر دس سے لے کر سات سو گنا تک اسی وجہ سے ہے۔ ورنہ نیکی کا ثواب ایک جتنا ہی ہوتا۔

اس سے پتہ چلا کہ جو لوگ یہ شبہ رکھتے ہیں کہ پھر کوئی ادھار کیوں دے گا ان کا یہ شبہ اس لیے غلط ہے کہ انہوں نے جب صدقہ کے احکام سنے تو یہ نہ کہا کہ یہ صدقہ کوئی کیوں دے گا اور اسے کیا فائدہ حاصل ہو گا۔ اگر ان کا جواب یہ ہے کہ اس پر تو انہیں آخرت میں ثواب ملے گا تو کیا یہ احادیث نہیں بتا رہیں کہ قرض اور ادھار دینے پر بھی آخرت میں ثواب ملے گا بشرطیکہ قرض لینے والا حقیقی ضرورت مند ہوا۔

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ بنیادی طور پر اسلام قرض کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اسلام کسی خاص ضرورت کی بنا پر قرض لینے کو جائز اور دینے پر ثواب بیان کرتا ہے جس کے مختصر دلائل مذکورہ بالا بحث میں بیان کیے جا چکے ہیں۔ لہٰذا اب ہم مروّجہ کمیٹی کے مختلف طریقوں کے بارے میں اسلامی احکام کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

کمیٹی سسٹم کا حکم:

کمیٹی کا پورا طریقہ کار بیان کیا جا چکا ہے اس لیے اب صرف حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ کمیٹی سسٹم کی چار مشہور و معروف اور مروّج شکلیں مع ان کی کچھ ذیلی شکلوں کے، بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ جزوی طور پر قرض بالشرط میں آتی ہیں اور کچھ مکمل طور پر۔ کچھ جوئے کی بھی شکلیں ہیں جبکہ اس کی ایک شکل کا تعلق باہمی تعاون سے بھی ہے۔ لہٰذا اب ہم تمام شکلوں کے الگ الگ احکام بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

1۔ محمد ناصر الدین الألباني، صحیح الترغیب والترھیب، باب الترغیب في القرض وماجاء في فضله، (ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف) حدیث: 900

شکلِ اول کا حکم

اگر پہلی کمیٹی اس کو دی جائے جو کمیٹی کو اکٹھا کرتا ہے اور بقیہ شرکاء میں قرعہ اندازی سے تقسیم کی جائے تو یہ جزوی طور پر قرض بالشرط میں آئے گی ۔ کیونکہ پہلا صرف قرض لینے والا ہوتا ہے اور آخری صرف قرض دینے والا اور درمیان والے شرکاء میں سے بھی کچھ زیادہ قرض لینے والے ہوتے ہیں اور کم دینے والے جبکہ کچھ زیادہ دینے والے ہوتے ہیں اور کم لینے والے۔ اور عام طور پر ایسی کمیٹی کا مقصد بھی روپیہ پیسہ جمع کرنا ہوتا ہے نہ کہ قرض سے فائدہ اٹھانا۔ ایسی کمیٹی کا حکم مکروہ کا ہو گا۔ کیونکہ اس میں بھی پہلی کمیٹی کا وہی حقدار ہوتا ہے جس کے ذمہ کمیٹی کو اکٹھا کرنے کا کام ہوتا ہے۔ لہذا اس میں بھی کسی حد تک قرض کی وجہ سے ایسا فائدہ اٹھایا گیا ہے جس میں مقروض کو کچھ نہ کچھ تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔

شکلِ دوم کا حکم

اس میں ہر دفعہ کمیٹی صرف ضرورت مند کو دی جاتی ہے۔ تو اس کا حکم مستحب کا ہو گا۔ کیونکہ اس کا مقصد صرف اور صرف تعاون ہے۔ لیکن مذکورہ بالا دونوں کمیٹیوں کے بیان کردہ حکم اسی وقت تک برقرار رہیں گے جب تک ان میں کوئی ناجائز شرط نہ ہو مثلاً اگر کوئی کسی مجبوری کی وجہ سے اقساط دینا بند کر دے تو اسے کسی طرح کا جرمانہ کرنا یا ذلیل و رسوا کرنا اور جو کمیٹی لے کر استعمال کر چکا ہے وہ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اقساط دینا بند کر دے تو اسے بھی قرض کے اصول و قواعد کے تحت وسعت اور کشادگی تک مہلت نہ دی جائے تو ان کا بھی ناجائز ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ اور مفتی احسان اللہ صاحب کے نزدیک بھی جائز کمیٹی کی شرائط میں سے یہ شرط ہے کہ ہر شریک کو ہر وقت الگ ہونے کا اختیار ہو اور اس پر کسی قسم کا جبر نہ ہو حتی کہ کچھ مرتبہ رقم دینے کے بعد بھی علیحدہ ہونے کا پورا اختیار اور رقم واپسی کے مطالبے کا بھی پورا پورا حق ہو جس پر کسی شریک کو کوئی اعتراض نہ ہو۔[1]

شکلِ سوم کا حکم

اس شکل کا تعلق بولی سے ہے اور اس میں مکمل طور پر خود غرضی پائی جاتی ہے اس لیے مقروض جس کو کمیٹی دی جا رہی ہوتی ہے اسے مہلت کی وجہ سے رقم کم دی جاتی ہے جو کہ صریحاً سود ہے۔ اس کو شیخ عبد الستار حماد صاحب بھی حرام قرار دیتے ہیں۔ کسی نے ان سے سوال پوچھا ہے کہ چند آدمی مل کر کمیٹی ڈالتے ہیں پھر ایک مقررہ تاریخ پر اس جمع شدہ رقم کی بولی لگائی جاتی

1۔ مولانا مفتی احسان اللہ شائق، جدید معاملات کے شرعی احکام، (کراچی: دار الاشاعت 2007ء)288

ہے جو ممبر سب سے کم بولی لگائے اسے جمع شدہ کمیٹی کی رقم دے دی جاتی ہے، باقی ماندہ رقم تمام ممبران آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں اس بولی والی کمیٹی کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے عبد الستار حماد صاحب لکھتے ہیں:

"صورت مسئولہ میں کمیٹی کی جو صورت بیان کی گئی ہے اس کے ناجائز اور حرام ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک کاروبار ہے امداد باہمی کا ذریعہ نہیں ہے اور اس کاروبار کی بنیاد ناجائز ذرائع سے مال کھانے پر ہے۔"[1]

لہذا لکّی کمیٹی مع اپنی ذیلی شاخوں کے ناجائز کے حکم میں آئے گی کیونکہ لکّی کمیٹی اور اس کی تمام ذیلی شاخوں میں سود اور جوئے کی طرح مکمل خود غرضی پائی جاتی ہے۔ سود اور جوئے میں بھی دوسروں کا مال مفت میں ہڑپ کرنے کی خواہش ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ دوسروں کے نقصان کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔ اس لیے سود خور اور جواری صرف اپنے فائدے کو دیکھتا ہے دوسرے کے نقصان کو نہیں۔ اسی طرح لکّی کمیٹی میں بھی کچھ کا زیادہ فائدہ اور کچھ کا زیادہ نقصان ہوتا ہے جس وجہ سے اس پر ناجائز کا حکم لگے گا۔

شکل چہارم کا حکم

اس میں بھی پہلی کمیٹی تو اکٹھا کرنے والے کی ہی ہوتی ہے اور بقیہ شرکاء میں پہلے طے کر لیا جاتا ہے کہ کونسی کمیٹی کس کی ہو گی، کا حکم بھی مکروہ کا ہو گا اگر اس میں پہلے دو طریقہ کار میں بیان کی گئی ناجائز شرائط نہ پائی جائیں اور زیادہ دوروں کی شرط بھی نہ ہو کہ دوسرے دور میں پہلی وہ لے گا جس نے پہلے دور میں آخری کمیٹی لی تھی۔ اگر ایسی کوئی شرط پائی گئی تو یہ بھی ناجائز ہی ہو گی۔ جن کا حکم ہم نے مکروہ کا بیان کیا ہے ان میں اگر کوئی ناجائز شرط بھی نہ ہو اور یہ شرط بھی ختم کر دی جائے کہ پہلی کمیٹی وہ لے گا جو کمیٹی کو اکٹھا کرنے کا کام کرے گا تو ان کا حکم مباح کا ہو گا۔ کیونکہ ہماری بیان کردہ شرائط انہیں جزوی قرض بالشرط سے نکال دیتی ہیں۔ عبداللہ بن عبد العزیز الجبرین ملک سعود یونیورسٹی کے پروفیسر ایسی کمیٹی جس میں ایک سے زیادہ دوروں کی شرط ہو اور یہ بھی طے ہو کہ پہلے دور میں پہلی کمیٹی لینے والا دوسرے دور میں آخری کمیٹی لے گا یعنی دوسرا دور پہلے کے الٹ ہو گا، کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أن الصحيح فى حكم هذه الجمعية اذا شرط فيها أن يستمر جميع المشاركين حتى تدور دورتين أو أكثر و يكون المتقدم فى الدورة الأولى متأخراً فى

1۔ شیخ عبد الستار حماد، فتاوی اصحاب الحدیث، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ 2006ء) 243

الثانية أنها محرمة، لأن فيها شرطاً ترجح لدى أنه الشرط الذى أجمع أهل العلم على بطلانه۔"[1]

"جب دو یا زیادہ دوروں کی شرط تمام شرکاء کے لیے ہو اور پہلے دور میں آخری کمیٹی لینے والا دوسرے دور میں پہلی کمیٹی لینے والا ہو تو ایسی کمیٹی کا صحیح حکم یہ ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ میرے نزدیک اس میں ایسی شرط پائی گئی ہے جس کے باطل ہونے پر اہل علم متفق ہیں۔"

حاصل بحث

کمیٹی سسٹم کی اکثر شکلیں یا تو ناپسندیدہ ہیں یا ناجائز کیونکہ اس کی بنیاد اصل میں قرض پر ہے۔ اور قرض میں اگر سود نہ بھی ہو تو بھی بلا کسی خاص ضرورت کے اس کا لین دین کرنا ناپسندیدہ ہے جیسا کہ مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہے۔ یہاں صرف ہم ڈاکٹر وصی فصیح بٹ کی کتاب "قرض کے جدید شرعی مسائل اور اسلامی بینکاری" سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں کیونکہ وہ قرض کے بارے میں ان کے مطالعے کا نچوڑ معلوم ہوتا ہے۔ وہ طلبِ قرض کا عمومی حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کے ارشادات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادات، فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی عبارات اور شریعت اسلامیہ کے معیارات کا بغور جائزہ لینے کے بعد ہماری رائے میں قرض لینا مباح بالضرورۃ اور مکروہ الاصل ہے، اس کی اباحت میں توسّع کے بجائے تضییق ملحوظ ہے۔"[2]

اس لیے ممکنہ حد تک تو اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ اگر کوئی اسے اپنی مجبوری بھی قرار دیتا ہو تب بھی اسے کم از کم اس کی ناجائز شکلوں سے ضرور بچنا چاہیے۔

1۔ عبد اللہ بن عبد العزیز الجبرین، مجموع الرسائل الفقھیۃ، (الریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد 2008م) 3:877

2۔ ڈاکٹر مفتی محمد وصی فصیح بٹ، قرض کے جدید شرعی مسائل اور اسلامی بینکاری، (کراچی: ادارۃ المعارف 2016ء) 69